حضرت مولانا مفتی جمال احمد المظاہری بنویؒ فاضل مظاہر العلوم سہارنپور اور استاذ الکل حضرت مولانا عبد القیوم ہزارویؒ فاضل جامعہ خیر المدارس جیسے اساطین علم وفضل نے بھی اپنی سندوں کے ساتھ انہیں اجازت حدیث عطا فرمائی ہے۔

☆ امام الہدیٰ جانشین امام الاولیاء حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ فاضل دیوبند نے اپنے دست حق پر انہیں بیعت فرمایا اور راشدی کی نسبت بھی عطا فرمائی۔

☆ مفکر اسلام حضرت مولانا السید ابوالحسن علی الندویؒ فاضل دیوبند نے اپنے دست مبارک پر انہیں بیعت فرمایا۔

☆ امام اہل السنۃ محدث کبیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے اپنے دست بابرکت پر انہیں بیعت فرمایا اور خلافت سے سرفراز فرمایا، اپنی مسند تفسیر وحدیث پر بٹھایا، تصوف کے موضوع پر کتاب لکھنے کا حکم فرمایا اور اپنا جنازہ پڑھانے کی وصیت بھی فرمائی۔

☆ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستیؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ وغیرہ اکابر کا مکمل اعتماد اور رفاقت بھی آپ کو نصیب ہوئی۔

الغرض یہ ایک طویل داستان ہے۔ مولانا راشدی کی شخصیت کو سمجھنے، جانچنے اور پرکھنے کے لیے نسل نو کو عموماً اور ان پر نکتہ چینی کرنے والے حضرات کو خصوصاً بانی دار العلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے فلسفہ اور علوم کے وارث حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ مہتمم دار العلوم دیوبند کی تقریر کے چند اقتباسات ضرور مطالعہ کرنے چاہئیں جو انہوں نے اسلاف کی موت کے ضمن میں موجودہ دور کے علماء کی ذمہ داریوں اور طرز عمل اور ان کے نتائج کے بارے میں ارشاد فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

......''ایک زمانہ تھا کہ روایت کا غلبہ تھا۔ عوام میں سے کوئی اس وقت تک دین کی بات نہیں مانتا تھا جب تک کہ سند پڑھ کر کوئی حدیث نہ سنا دی جائے۔ تو یہ روایت کا دور تھا، روایتی طور پر دین کو قائم کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد عقل پسندی کا دور آیا، یہ معتزلہ کا دور تھا۔ کوئی شخص دینی مسئلہ نہیں جانتا تھا جب تک کہ عقل کے پیرائے میں نہ سمجھائیں۔ تو ایسے علماء اللہ نے کھڑے کیے، امام رازیؒ، امام غزالیؒ کہ انہیں کی زبان میں دین سمجھایا، ان کو تائب کیا۔ پھر ایک زمانہ تصوف پسندی کا آیا۔ جب تک صوفیانہ رنگ میں کوئی نہ سمجھائے، لوگ نہیں سمجھتے تھے تو اللہ نے ایسے صوفیائے کرام کھڑے کیے کہ ہر مسئلہ کو صوفیانہ رنگ میں ڈھالتے کہ لوگ ماننے پر مجبور ہو گئے۔ آج حسیات کا دور ہے، فلسفۂ قدیم کا دور ختم ہو گیا جو محض نظریاتی طور پر فلسفہ تھا۔ اب حسیات کا دور ہے، مشاہدات کا دور ہے۔ جب تک ایسے علماء نہ ہوں کہ مشاہدات کے انداز میں، سائنس کے انداز میں، حسّی مثالوں سے دین کو نہ سمجھائیں گے، لوگ نہیں سمجھیں گے۔ اگر بڑے ہی لوگ بیٹھے رہتے، آج کی اصطلاحات سے ناواقف ہوتے تو دین نہ سمجھا سکتے۔ اللہ نے انہیں اٹھا لیا، ان کے خلف صالح پیدا کر دیے کہ وہ اس دور کے مطابق اسی رنگ میں سمجھائیں''......

......''اگر قیامت تک سارے بڑے بیٹھے رہا کرتے تو چھوٹوں کے جوہر کھلنے کی کوئی صورت نہ ہوتی،

چھوٹوں کا نہ علم سامنے آتا نہ کمال، مگر بڑوں کا کمال سامنے رہتا، سب اسی میں لگے رہتے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک دنیا میں تشریف رکھتے تو صحابہؓ کے جوہر نہیں کھل سکتے تھے۔ وہ ہر وقت اطاعت اور اطاعت گزاری میں رہتے۔ مستقل ہو کر، آگے آ کر اپنی طبیعت اور قلب کے جوہر نہ دکھلاتے۔ نہ صدیق اکبرؓ کے جوہر کھلتے، نہ فاروق اعظمؓ کے جوہر کھلتے۔ یہ جبھی ہوا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور یہ قائم مقام بنے، قائم مقامی کا کام انجام دیا، اس میں تمام جوہر کھلے''......

......''سو برس میں ایک نسل ختم ہو کر دوسری نسل کا آغاز ہو جاتا ہے اور ہر آئندہ آنے والی نسل کے نظریات الگ ہوتے ہیں، افکار الگ ہوتے ہیں، نفسیات الگ ہوتی ہیں، اس لیے ضرورت پڑتی ہے کہ اسی دور کے اہل علم اپنی نفسیات میں ان کو دین سمجھانے والے ہوں۔ پرانے لوگ اگر ہوتے تو اپنی نفسیات میں سمجھاتے تو وہ لوگ دین کو نہ سمجھ سکتے، اس لیے اللہ نے موت کو رکھا تا کہ نئے لوگ جب آئیں تو نئے مجدد بھی پیدا ہوں، اسی زمانے کی اصطلاح میں، اسی زبان میں، اسی ڈھنگ سے دین کو پیش کریں اور سمجھائیں''......

(خطبات حکیم الاسلام ج ۲ ص ۳۶۴ تا ۳۶۶)

فقہ حنفی کے مشہور فتاویٰ حاشیہ ابن عابدین علی الدر المختار میں مشہور مقولہ درج ہے کہ من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔ افسوس اس بات کا ہے کہ آج اکثر سطحی علوم کے حامل علماء اس دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے عوام کی صحیح راہنمائی کے جوہر سے محروم ہیں، اسی لیے مؤرخ ابن خلدون نے اپنے ''مقدمہ'' میں ایک فصل کا عنوان قائم کرتے ہوئے کیا عجیب تبصرہ کیا ہے: ان العلماء من بین البشر ابعد عن السیاسۃ اور جن میں اللہ رب العزت نے یہ صلاحیت رکھی ہے، ان کو قدم قدم پر اپنوں اور بے گانوں کی طعن وتشنیع، گالی گلوچ، الزام تراشی، بہتان بازی، دشنام طرازی اور نت نئے پراپیگنڈوں کا سامنا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ خدا کا شکر ادا کریں کہ ہماری جماعت میں اللہ نے ایسے صلاحیت والے لوگ پیدا کر رکھے ہیں جو بعض معاملات میں پوری جماعت کی طرف سے تن تنہا فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں، ایسے معترضین کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی ذہنی رسائی کی حد تک پہنچ کر آگے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سنیت، حنفیت اور دیوبندیت کو بس اسی خول میں مقید دیکھنا چاہتے ہیں جو انہیں نظر آ رہا ہے۔ حالانکہ دیوبندیت تو ایک بحر بیکراں ہے جس کی لامحدود وسعتوں کو ایک جوہڑ میں تبدیل کرنے کا خواب کبھی پورا نہ ہو سکے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

تحدیث نعمت کے طور پر ہم یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور اسے پاکستان کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ دیوبندیت کی صحیح علمی وتحقیقی ترجمانی جتنی جامعہ نصرۃ العلوم اور اس کے مشائخ نے کی ہے، اتنی کسی بڑے سے بڑے ادارہ کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ آج دیوبندیت کا ٹکٹ اور سرٹیفکیٹ وہ لوگ تقسیم کرنا چاہتے ہیں جو خود دیوبندیت کی صحیح تعریف کرنے سے بھی عاجز وقاصر ہیں۔

مولانا راشدی کے خلاف مخالفین کا سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ انہوں نے آزاد فورم قائم کیا ہے جس کی دیوبندیت میں کوئی مثال نہیں ہے، حالانکہ ایسے لوگ اکابر کی تحریرات اور طرز وروش سے بالکل ہی نابلد ہیں۔ یہ لوگ

جانشین شیخ الہندؒ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے جنہوں نے آزاد فورم کی ایک منظم طریقے سے طرح ڈالی۔ ان کا سورت کے مقام میں ۲۷/اکتوبر ۱۹۵۶ء میں جمعیۃ علماء ہند کے انیسویں اجلاس میں تحریری پیش کردہ خطبۂ صدارت ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے جمعیۃ علماء ہند کو کیا تجاویز دی تھیں۔ لکھتے ہیں:

......''جمعیۃ علماء ہند کا ادارہ نشر واشاعت اس سلسلہ میں متعدد قیمتی رسالے اور کتابچے شائع کر چکا ہے، مگر جب تک اصحاب استطاعت اور ہمدردانِ ملت اپنے فرض کو محسوس کرتے ہوئے اس کے ساتھ تعاون نہ کریں گے، اس ادارہ کی فیض رسانی اور افادیت کا دائرہ خاطر خواہ وسعت اختیار نہیں کر سکے گا، اس ادارہ کو کامیاب بنا کر ہم اس فرض کو انجام دے سکیں گے جو حدود وطن میں ہم پر عائد ہوتا ہے، مگر جو دعوت عمومی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمائی ہے جس کا مخاطب کسی ملک یا خطہ کو نہیں بلکہ پوری نوع انسان کو گردانا گیا ہے۔، وہ ایک ایسے ادارہ نشر واشاعت کا مطالبہ کرتی ہے جس کا پیمانہ ہمارے اس ادارہ سے بہت زیادہ وسیع ہو اور جس کا دامن پوری دنیا کے ہر ایک سمجھنے والے انسان تک دراز ہو سکے......

......ایسے ہی ہمارے ادارہ نشر واشاعت اور ہماری تعلیمی انجمنوں کا بھی فرض ہے کہ جس طرح وہ بڑوں کی معلومات کے لیے کتابچے مرتب کریں، ایسے ہی بلا لحاظ مذہب وملت ہر ایک بچے کے سامنے بھی ایسے دلچسپ رسالے پیش کریں جن سے وہ تمام ہی فرقوں کے پیشواؤں کو جان سکیں اور ان کے احترام کے لیے ابتدا ہی سے ان کے ذہن ودماغ میں گنجائش پیدا ہو سکے۔'' (خطبات صدارت ص ۴۸۴ تا ۴۸۶)

افسوس صد افسوس کہ یہی کام اگر مولانا راشدی کریں تو وہ قابل گردن زدنی قرار پائیں۔ ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ وہ ایسے مخالفین کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرمائے اور اس کتاب کو اہل اسلام کے لیے احقاق حق اور ابطال باطل میں صحیح امتیاز کا ذریعہ بنائے، آمین یا رب العالمین۔

حالیہ فتویٰ بازی

پس منظر و پیش منظر

مولانا عبد المتین نعمانی*

تنظیم فکر ولی اللہی کے متعلق جامعہ فاروقیہ کا فتویٰ

اصول فتویٰ اور دینی اخلاقیات کی روشنی میں

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کا فتویٰ

سوال: تحریک شاہ ولی اللہ اور تحریک کے قائد مولانا سعید احمد رائے پوری کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔ نیز ان کی تنظیم میں شامل ہونا اور ان کی تائید کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام کو آج تک کفار نے میدان جنگ میں مقابلے میں آ کر اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا کہ انھوں نے منافقت کی چادر اوڑھ کر اسلام کے نام سے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ ہر دور اور ہر زمانے میں اسلام کے لباس میں ننگ دین وننگ ملت لوگ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ قرون اولیٰ سے یہ لوگ مختلف اوقات میں نئے نئے اور خوش کن ناموں سے سادہ لوح عوام کو اپنے جال میں پھانستے رہتے ہیں اور اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے بزرگ ہستیوں سے اپنا تعلق جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ حقیقت میں ان بزرگان دین سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

مسند ہند، حضرت شاہ ولی اللہؒ ایک عالم گیر شخصیت کے مالک تھے۔ دین کی خدمت اور تبلیغ کے سلسلے میں عالم اسلام پر عموماً اور برصغیر کے مسلمانوں پر خصوصاً حضرت شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے احسانات ایک ناقابل انکار حقیقت ہیں، اس لیے برصغیر کا ہر مسلمان (اگر اسے دین سے ادنیٰ تعلق بھی ہو تو) حضرت شاہ صاحب کا نام نہایت ادب واحترام سے لیتا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا عبید اللہ سندھی صاحب کا تعلق بھی ان اکابرین سے ہے جن کی انتہائی کوششوں سے انگریز برصغیر چھوڑنے پر مجبور ہوا۔

سوال میں مذکورہ جماعت ''تحریک فکر شاہ ولی اللہ'' اپنے آپ کو حضرت شاہ صاحب اور مولانا سندھی صاحبؒ کے سیاسی افکار کی امین سمجھتی ہے، جبکہ ان بزرگان دین کا ان کے وضع کردہ افکار سے دور کا بھی واسطہ نہیں، بلکہ یہ ایک انتہائی گمراہ کن جماعت ہے۔ یہ لوگ اپنا نظریہ اور منشور عام لٹریچروں اور مجلسوں میں بیان نہیں کرتے، بلکہ مختلف پروگراموں کے ذریعے تدریجاً اپنے کارکنوں کے ذہن میں منتقل کرتے رہتے ہیں، چنانچہ کچھ عرصے بعد اس تنظیم سے

---

*استاذ دار العلوم مدرسہ عربیہ اسلامیہ، بورے والا

منسلک ہونے والا آخر کار دہریت کے قریب یا بالکل دہریہ بن جاتا ہے۔ ذیل میں ہم ان کے چند باطل نظریات ذکر کرتے ہیں:

(۱) بغیر اسباب کے اللہ تعالیٰ کسی کام کے کرنے پر قادر نہیں۔

(۲) نماز کا درجہ صرف ''سبحان اللہ'' کہنے کی طرح ہے۔ نماز نہ پڑھنے پر گناہ نہیں۔

(۳) امام مہدی کا تصور مردہ قوموں کا تخیل ہے۔

(۴) جنت ودوزخ من گھڑت خیالات ہیں۔

(۵) کمیونزم عین اسلام ہے۔

(۶) قتال کرنا قطعاً جائز نہیں۔

(۷) صحابہ معیار حق نہیں۔

(۸) خلافت کے بغیر ایمان واعمال بے کار ہیں۔

(۹) سود جائز ہے۔

(۱۰) ڈاڑھی کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے۔

(۱۱) موجودہ دور میں حدود ظلم ہیں۔

(۱۲) علما معاشرے پر بوجھ ہیں، انھیں قتل کرنا ضروری ہے۔

لہٰذا ایسی باطل تنظیم سے کسی کا تعلق رکھنا جائز نہیں، بلکہ اس کے فتنے کو ختم کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کرنا ضروری ہے۔

(شائع شدہ ماہنامہ ''الفاروق''، کراچی، رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ)

فتویٰ جاری کرنے کے بعد تائیدی مواد کی تلاش

مذکورہ فتویٰ شائع ہونے کے تین ماہ بعد مولانا سلیم اللہ خان کا اپنے ایک خیر خواہ دوست کے نام خط میں لکھتے ہیں:

''مکرمی حضرت مولانا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! فکر ولی اللہی کے متعلق کئی حضرات پوچھتے رہتے ہیں، لیکن سنی سنائی باتوں کے علاوہ کوئی مطبوعہ مواد اس فرقے کا جوان کے خیالات کے سلسلے میں مستند قرار دیا جا سکے، دستیاب نہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ جناب اس سلسلے میں راہنمائی فرما سکتے ہیں۔ اگر مہربانی فرمائیں تو ممنوں ہوں گا۔

امید ہے کہ جواب میں تاخیر نہیں ہوگی۔ جوابی لفافہ حاضر ہے۔

سلیم اللہ خان

۱۴۲۰/۱۲/۹ھ

۲۰۰۰/۳/۱۵ء''

خط کا راز فاش ہونے پر مولانا سلیم اللہ خان کی وضاحتی تحریر

''ان کے عقائد سینہ بسینہ منتقل کیے جاتے ہیں۔ ان کو طبع کرنے سے یہ گریز کرتے ہیں۔ ان کی مخصوص مجلسوں میں بھی ہر شخص کو شرکت کی اجازت نہیں ہوتی، جب تک وہ ان کے لیے قابل اعتماد نہ ہو جائے۔ وہاں کوئی کاغذ قلم لے جا سکتا ہے نہ ٹیپ ریکارڈ، لیکن یہ ظاہر ہے کہ کسی حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے تحریر ضروری نہیں، ثقہ اور معتبر گواہی بھی ثبوت کے لیے کافی ہے۔ اسلام کا نظام عدالت مدعی کے حق میں فیصلہ کرنے کے لیے شہادت کو کافی قرار دیتا ہے۔ اس کے لیے مدعا علیہ کی تحریر ضروری نہیں۔ روافض نے بھی اپنے باطل عقائد کو پھیلانے کے لیے تقیہ ہی کا سہارا لیا تھا۔ یہی طریقہ ان کا ہے تو ان کا استاد اس معاملے میں عبد اللہ بن سبا یہودی ہے۔

مجھے کسی نے بتایا تھا کہ شاید فلاں صاحب کے پاس کوئی تحریر ان کے عقائد کے متعلق ہو تو میں نے ان کو خط لکھ دیا تھا۔ انھوں نے بجائے جواب دینے کے یہ مہربانی فرمائی کہ میرے خط کو ان لوگوں کے حوالہ کر دیا، اس کو لے کر یہ پھیلا رہے ہیں۔ عدالتی نوٹس بھجوا رہے ہیں۔ مغلظات سے بھرے ہوئے خطوط لکھ رہے ہیں۔ خدائے پاک ان کو ہدایت دے، آمین۔ باقی ان کا معاملہ واضح ہے، وہ تحریر پر موقوف نہیں۔ چونکہ ان کے خلاف گواہیوں کی کمی نہیں، اسی لیے یہ علماء پاکستان کے نزدیک اپنے نظریات کے اعتبار سے مشتبہ نہیں ہیں۔ رائے پور سے منسوب ایک معروف بزرگ سید نفیس شاہ صاحب سے بھی میں نے ان کے متعلق پوچھا تھا۔ وہ بھی افسوس کا اظہار فرما رہے تھے۔ اسی طرح خانقاہ رائے پور کے اکثر و بیشتر منتسبین نے جب ان پر حقیقت کھلی تو ان سے قطع تعلق کر لیا ہے۔''

سلیم اللہ خان

۱۴۲۱/۵/۱۸ھ

۲۰۰۰/۸/۱۹ء

مکتوب بنام جناب مولانا عبد المجید لدھیانوی

محترم جناب مولانا عبد المجید صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث مدرسہ باب العلوم کہروڑ پکا (لودھراں)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

مقصود تحریر اس وقت یہ ہے کہ آپ ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء بروز منگل دار العلوم مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والا میں وفاق

المدارس العربیہ کے قائم کردہ امتحانی مرکز کے معائنہ کے لیے تشریف لائے تو آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس موقع پر تنظیم فکر ولی اللّٰہی اور حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری مدظلہ مسند نشین خانقاہ عالیہ رائے پور کے بارے میں صدر وفاق المدارس کے رویے اور وفاق کی مجلس کے فیصلے پر گفتگو ہوئی تو آپ نے بتایا کہ وفاق کے ایجنڈہ پر تنظیم کے حوالہ سے کوئی بات نہ تھی اور یہ کہ آپ مذکورہ اجلاس میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ نیز آپ نے صدر وفاق کی طرف سے تحقیق نہ کرنے کو تسلیم کیا اور ساتھ ہی پیشکش کی کہ ماہنامہ الفاروق میں مندرجہ الزامات واتہامات کے حوالہ سے نکتہ وار جواب لکھ دیا جائے تو آپ وفاق کے ذمہ داروں کو رجوع پر آمادہ کریں گے۔ سو اتمام حجت کے لیے مطلوبہ جواب حاضر ہے۔ امید ہے کہ جن حضرات کو واقعتہ کوئی غلط فہمی ہے وہ حقائق کو تسلیم کرنے میں کسی پس وپیش سے کام نہیں لیں گے اور رجوع کرنے میں سبکی محسوس نہیں کریں گے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ اسباب کا محتاج نہیں کیونکہ اسباب مخلوق ہیں اور خالق اپنی مخلوق کا محتاج نہیں ہوسکتا۔ وہ قادر مطلق ذات اور فعال لما یرید کی صفت کا حامل ہے۔

۲۔ نماز بعد از شہادتین (توحید ورسالت) دین اسلام کا سب سے اہم رکن اور شعائر دین میں سے ہے۔ اس کی فرضیت کا انکار کفر اور اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے۔

۳۔ مہدی علیہ السلام کا ظہور مستند احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ جن کی رو سے وہ زمین کو عدل وانصاف سے مالا مال کریں گے اور ظلم کا قلع قمع کریں گے۔

۴۔ جنت ودوزخ برحق ہیں اور قیامت کے روز تمام افراد انسانیت اپنے اعمال کے مطابق ان مقامات میں جزا یا سزا پائیں گے۔

۵۔ کمیونزم سمیت دنیا کا کوئی مادی نظام اور ملحدانہ فکر، اسلام کے مطابق نہیں ہوسکتا۔ اسلام ایک مکمل جامع اور تمام نظاموں کو منسوخ کرنے والا ہے۔ تنظیم کے اغراض ومقاصد میں ''اسلام کے خلاف مستشرقین کے گمراہ کن پروپیگنڈے، الحاد ارتداد، بے دینی، تحریف فی الدین کی تحریکوں اور مخالف دین نظاموں پر عالمی سطح پر ہونے والی انسانیت دشمن اور معاند اسلام سازشوں سے نوجوانوں کو باشعور رکھنا، شامل ہے۔ (دفعہ نمبر ۴، دستور تنظیم)

۶۔ جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیار حق وصداقت، اس کی عظیم خدمات اور تاریخ اسلام کے اجتماعی نقطہ نظر سے نوجوانوں کو واقف کرانا تنظیم فکر ولی اللّٰہی کے اغراض ومقاصد میں شامل ہے (دفعہ نمبر ۴ (ب) دستور تنظیم) اور ہر تنظیم اپنے اغراض ومقاصد سے ہی پہچانی جاتی ہے۔

۷۔ قتال از روئے قرآن فرض ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے، اس کی فرضیت کی نوعیت (عینی یا کفائی، اقدامی یا دفاعی وغیرہ) کا تعین فقہائے کرام نے جن حوالوں سے کیا ہے اس کی پابندی لازمی ہے اور اس سے انحراف موجب فساد وانتشار ہے۔

۸۔ ایمان اور نیک اعمال کا ہر مکلّف انسان مخاطب ہے۔ ان پر عمل کے لیے قیام خلافت کے انتظار کا نظریہ